© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نظرات

النبأ العظیم

(۵)

اب آیئے اپنے ملک کے حالات کا تجزیہ کریں اور ان کا صحیح جائزہ حقیقت شناسی کی نظر سے لیں۔ اس سلسلہ میں ہم غور کرتے ہیں تو امورِ ذیل سامنے آتے ہیں:

(۱) سب سے پہلے ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہندوستان جس میں بیسیوں زبانیں بولی جاتی ہوں۔ دنیا کے تمام مذاہب کے لوگ یہاں موجود ہوں۔ مختلف کلچر اور تہذیب و تمدن کے انسان اس میں آباد ہوں۔ اس جیسے ملک کے لئے سکولر جمہوریت سے بہتر کوئی دوسرا نظام حکومت ہو ہی نہیں سکتا۔ بشرطیکہ (جیسا کہ ہے بھی) سکولر لادینی اور مخالف مذہب کے معنی میں نہ ہو اور اس سے مراد صرف یہ ہو کہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں ہوگی اور نہ کسی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک ہوگا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کانگرس قیادت کا یہ نہایت قابلِ تعریف کارنامہ ہے کہ اس صورت میں جب کہ ملک کی تقسیم مذہب کی بنیاد پر ہوئی اور اس کے نتیجہ میں اس ملک کے پڑوس میں بڑے دم خم اور جوش و خروش کے ساتھ "اسلامی" حکومت قائم ہو چکی تھی، کانگرسی قیادت نے دستور ساز اسمبلی کے تقریباً سبھی ممبروں کی متفقہ رائے سے اس ملک کیلئے سکولر جمہوریہ ہونے کا اعلان کر دیا اور اسی کے مطابق دستور بھی بنا لیا۔ موجودہ زمانہ میں جمہوریت کی کیا قدر و قیمت ہے؟ ایک عام آدمی بھی اس کا اندازہ اس ایک بات سے کر سکتا ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس کیلئے پاکستان کے عوام اب تک تڑپ رہے ہیں اور ان کی یہی وہ تڑپ ہے جس نے ایوب خاں جیسے مردِ آہن کو دنیا میں کہیں منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رکھا اور جس کے باعث موجودہ فوجی اقتدار نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا کہ اس کا اصل مقصد حالات کے پر امن ہو جانے کے بعد جمہوریت کو قائم کر دینا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ جی ہاں! دستور تو بیشک سکولر جمہوریہ ہے۔ لیکن یہ پورے طور پر اور صحیح معنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے کہاں! گذارش یہ ہے کہ آج وہ کونسا لفظ ہے جو ہر اعتبار سے اپنے مکمل مفہوم اور پورے معنی میں مستعمل ہوتا ہو۔ کتنی حکومتیں ہیں جن کا مذہب ان کے دستور کے مطابق اسلام ہے۔ لیکن کیا وہ واقعی مکمل طور پر اسلامی ہیں۔ کتنے ملک ہیں جہاں جمہوریت ان کا آئین ہے۔ لیکن کیا وہاں جمہوریت من کل الوجوہ قائم ہے ساری دنیا مساواتِ انسانی اور عوامی حقوق کے نعرے لگا رہی ہے۔ لیکن کیا یہ نعرے بتمام وکمال اپنا عملی پیکر بھی رکھتے ہیں۔ دور کیوں جائیے۔ خود اپنے اوپر نگاہ ڈالئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سات کروڑ کے لگ بھگ مسلمان آباد ہیں۔ لیکن کیا واقعی یہ سب لوگ صحیح معنی میں پورے مسلمان ہیں؟ ان میں کتنے ہیں جو کمونسٹ ہونے کے باعث نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ رسول کے۔ مگر ہیں مسلمان کیونکہ وہ ایک مسلمان گھرانہ میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ماں باپ نے ان کے نام اسلامی رکھے تھے۔ پھر ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو کرخنداری قسم کی زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ بکارِ خویش ہشیار ہونے کے علاوہ جاہل محض ہے۔ اس کو نہ دین سے غرض ہے اور نہ مذہب سے۔ لیکن ہیں یہ بھی سب مسلمان ہی۔ خیر! یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو اسلامی معاشرہ خود بھی شعوری یا نیم شعوری طور پر نیم مسلمان یا برائے نام مسلمان سمجھتا ہے۔ ان کو لیجئے جو عام طور پر سچ مچ کے مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ ان میں کتنے ہیں جو حج کو جاتے ہیں لیکن اسمگلنگ کرتے ہیں۔ تاجر ہیں مگر بلیک مارکیٹنگ اور انکم ٹیکس سے بچنے کی خاطر حسابات کے گڑبڑ کرنے میں انھیں ذرا خوفِ خدا نہیں آتا۔ افسر ہیں لیکن مالِ حرام سے پرہیز نہیں کرتے۔ مولانا ہیں لیکن حج بدل کو اپنا پیشہ اور ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے۔ نماز روزہ کے پابند ہیں لیکن جھوٹ بولنے میں، دغا فریب کرنے میں اور امانت میں خیانت کرنے میں انھیں تامل نہیں ہوتا۔ قرآن سے پوچھو کہ ان لوگوں کا حکم کیا ہے اور ان کے لئے کیا کیا وعیدیں ہیں۔ غیبت، بدگوئی، بغض وحسد، مکر وریا، اسراف وتبذیر، بخل وشح، خودنمائی، حرص وطمع۔ یہ سب وہ اخلاقِ ذمیمہ ہیں جو ہماری سوسائٹی کے دیندار لوگوں میں بھی شد ومد کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ قرآن نے ان سب کی سخت مذمت کی ہے اور ان کو ایمان اور عملِ صالح کی ضد قرار دیا ہے۔ لیکن باایں ہمہ یہ بھی سب مسلمان ہی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہیں! لیکن کیا لفظ ”مسلمان“ کا جامہ ان کے قامتِ ناموزوں پر چسپت اور موزوں بھی بیٹھتا ہے؟ بہر حال یہ صرف آج کی بات نہیں۔ بلکہ پوری تاریخ انسانی میں الفاظ کا استعمال اسی طرح ہوتا چلا آرہا ہے کہ کوئی کسی لفظ کا مصداقِ اتم ہوتا ہے اور کوئی نہیں ہوتا اور لفظ کسی مناسبت کی وجہ سے بولا دونوں پر جاتا ہے۔ ایک کلی کے ماتحت بہت سے افراد ہوتے ہیں کوئی فرد کامل ہوتا ہے اور کوئی فردِ ناقص لیکن یہ لفظ حاوی دونوں پر ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بنا پر اگر دستور ہمارے ملک کی حکومت کو سیکولر جمہوریت تسلیم کرتا ہے۔ لیکن عملاً مکمل طور پر ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا ہے اور ایک فلاحی ریاست (Welfare State) کو اپنی منزل بنانے کے باوجود اب تک اس سے دور ہے تو اس میں نہ کوئی بات حیرت کی ہے اور نہ اچنبھے کی۔ اصل یہ ہے کہ آزادی کے بعد جب ہم نے اپنا سفر شروع کیا تو ہم نے اپنی منزلِ مقصود متعین کی اور دستور کی صورت میں اس کے خطوط وحدود کی نشاندہی کی۔ لیکن ظاہر ہے یہ سفر آسان نہیں تھا۔ اس میں طرح طرح کی دشواریاں اور دقتیں تھیں۔ قسم قسم کے خطرے اور نشیب و فراز تھے اور ان سب کا اصل سبب یہ تھا کہ تحریکِ آزادی کے زمانہ میں کانگرس قیادت نے اپنی ساری جدوجہد استخلاصِ وطن کے لئے وقف رکھی اور اس سے ہٹ کر اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ حصولِ آزادی کے بعد اہلِ ملک پر جو ذمہ داری عائد ہوگی اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جس ذہنی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے اس کا بھی کوئی بندوبست اور نظم ونسق کیا جائے۔ تاکہ جب کل ملک آزاد ہو تو عوام اور خواص اس کا غلط اور ناجائز استعمال نہ کریں۔ یہ کام خاموشی سے لیکن بڑی ہمت اور استقلال کے ساتھ خالص تعمیری اور اصلاحی جذبہ سے کرنے کا تھا اور اسے کسی نے نہیں کیا۔ اور دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی ہندوستان اور پاکستان دونوں کا حال ایک ہی رہا۔ یہاں متحدہ قومیت کا نعرہ تھا اور وہاں اسلام کا۔ لیکن جس طرح یہاں نعرہ کے پیچھے کوئی روح اور حقیقت نہیں تھی۔ اسی طرح وہاں بھی اس میں نہ کوئی جان تھی اور نہ توانائی! دونوں کا مقصد صرف ایک سیاسی مفاد تھا اور وہ حاصل ہو گیا۔ لیکن ان نعروں کے پیچھے چونکہ کوئی عملی حقیقت نہیں تھی اس بنا پر یہاں اور وہاں علاقائی، ریاستی اور لسانی اختلافات پھوٹ پڑے اور انھوں نے قومی وحدت و یکتائی کی بنیادوں کو متزلزل کر کے رکھ دیا۔

بہرحال حصولِ آزادی کے باوجود عوام کی صحیح تعلیم و تربیت کا فقدان اور اس کے باعث اخلاق اور کردار میں انحطاط و تسفل یہ اصل سبب ہے اس بات کا کہ ہندوستان میں سیکولرزم اور جمہوریت کو خاطر خواہ طور پر پروان چڑھنے کا اور پاکستان میں اسلامی قدروں کو غیر اسلامی احساسات و جذبات پر غالب آنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ اور دونوں ملک ایک نہایت شدید کشمکش اور ابتلا و آزمائش کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ جو کچھ قصور ہے بس وہ عام لوگوں کا ہی ہے اور اربابِ قیادت بے گناہ ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس صورتِ حال کی مسئولیت براہِ راست ارکانِ حکومت پر ہی عائد ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے جیسے راجا ویسے پرجا۔ معاشرہ جب فاسد اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خراب ہوتا ہے تو اس کا یہ فساد ہر شخص اور ہر طبقہ میں اس کی اپنی حیثیت اور معاشرہ میں اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں اوپر (Top) اور نیچے (Bottom) کا فرق نہیں ہوتا۔ یہ ایک سیلاب ہے جس میں سب ہی بہتے نظر آتے ہیں۔ عوام میں اس فساد کا ظہور ان کے روزمرہ کے معاملات، طور طریق اور برتاؤ میں ہوتا ہے تو خواص میں اس کا ظہور سیاسی اقتدار کی سرد جنگ، باہمی رقابت اور کشمکش، ہوسِ جاہ و زر اور عیش پرستی و عشرت کوشی کی صورت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نگاہ ڈال جائیے آج پورے برصغیر ہند و پاک میں یہی ہو رہا ہے۔ یہاں ہندو مسلم فسادات ملک کے لئے خطرہ اور وبالِ جان بنے ہوئے ہیں اور وہاں بنگالی اور غیر بنگالی کی کشمکش اور مہاجر اور سندھی کی باہمی آویزش ملک و قوم کی وحدت و سالمیت کے لئے سخت تشویش کی بات بنے ہوئے ہیں۔ سرمایہ داری اپنی تمام لعنتوں اور نحوستوں کے ساتھ یہاں بھی انسانیت اور شرافت کے لئے ایک چیلنج بنی ہوئی ہے اور وہاں بھی۔ یہاں ایک طبقہ مسلمانوں سے ہندوستانی بن جانے (Indianisation) کا مطالبہ کرتا ہے تو پاکستان میں ایک گروہ مہاجرین کو طعنہ دیتا ہے کہ تم فرزندانِ ارض (Sons of the Soil) کہاں ہو جب تک تم اپنی زبان، کلچر اور اپنی تہذیب جو تم ہندوستان سے اپنے ساتھ لائے ہو اس کو خیرآباد کہہ کر ہماری زبان اور کلچر اختیار نہیں کرو گے اس وقت تک تم اس ملک کے اصل باشندے نہیں ہو سکتے۔ (ملاحظہ ہو جماعت اسلامی پاکستان کا انتخابی منشور مطبوعہ دعوت دہلی مورخہ یکم فروری ۱۹۷۰ء ص ۴ و کالم ۳)

غرض کہ : نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا

میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیلِ شیوۂ آذری

فرق صرف اس قدر ہے کہ پاکستان میں فسادِ عظیم کی لہر ٹھہر ٹھہر کر اٹھتی ہے اور مارشل لا کا آہنی ہاتھ اسے دبا دیتا ہے اور یہاں چونکہ جمہوریت ہے اور جمہوریت میں اصل طاقت عوام کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس بنا پر جب تک عوام کی ہی اصلاح نہ ہو گی ملک کی حالت سدھر نہیں سکتی اور فساد دور نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اس ملک کے حالات کو ہندو اور مسلمان کے نقطۂ نظر سے دیکھنا غلط ہے۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان چونکہ ہندوستانی قومیت کے جسم میں ایک عضوِ ضعیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس بنا پر سماج کے رگ و ریشہ میں جو فساد سرایت کئے ہوئے ہے اس میں جب کبھی ابال پیدا ہو گا تو اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب سے زیادہ اثر مسلمانوں پر ہی ہو گا۔ لیکن اس فرق سے قطع نظر واقعہ یہ ہے کہ ملک جیسا کچھ ہے سب کے لئے ہے۔ یہاں جس اعتبار سے سکولرزم اور جمہوریت ہے اس سے ہر فرد اور ہر طبقہ اپنی اپنی صلاحیت واستعداد اور قوتِ کارکردگی کے مطابق فائدہ اٹھارہا ہے اور جس اعتبار سے جمہوریت اور سکولرزم یہاں مجروح اور سقیم ہیں اس سے خواہ بعض چالاک اور موقع پرست افراد نے ذاتی طور پر فائدہ اٹھالیا ہو لیکن عموماً وہ وجہ شکایت اور باعث اذیت ہر طبقہ اور ہر جماعت کیلئے ہے اور مسلمان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ملک میں جو حکومت قائم ہے وہ بے شبہ ایک عوامی اور نمائندہ حکومت ہے اور اس کے انتخاب میں مسلمانوں کے ووٹ کی وہی قدر وقیمت ہے جو دوسروں کے ووٹ کی ہے۔ پھر یہ حکومت سیکولر بھی ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل جس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا یہ ہے کہ پاکستان کے ساتھ تعلقات کی کشیدگی کے باوجود ایک مسلمان پہلے نائب صدر ہوا اور پھر ایک نہایت معزز اور موقر ہندو کے مقابلہ میں صدارت کے انتخاب میں نہایت شاندار طریقہ پر کامیاب ہوا۔ برطانیہ اور امریکہ جمہوریت میں دوسری قوموں کے امام ہیں۔ لیکن اس فراخدلی کی کوئی مثال ان کے ہاں بھی موجود ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ہاتھی کے دانت تھے۔ کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ لیکن عرض یہ ہے کہ حکومت کا اصل مذہب تو سیاست ہی ہوتا ہے اور اس اصول سے دنیا کی کوئی گورنمنٹ مستثنیٰ نہیں ہے خواہ وہ مسلم حکومت ہو یا غیر مسلم! اس لئے دیکھنا صرف یہ چاہیئے کہ سیاست کا رُخ کیا ہے! پھر ہمیں صاف لفظوں میں یک گونہ جذبۂ تشکر کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیئے کہ اس ملک میں مذہب کی تعلیم، اس پر عمل، اس کی نشر واشاعت اور تبلیغ و دعوت کی آزادی، تحریر وتقریر کی آزادی، کسبِ معاش کی آزادی، پیشہ اور ہنر کی آزادی اور تعلیم کی آزادی۔ یہ سب کچھ اسی طرح حاصل ہے جس طرح دوسرے لوگوں کو ہے اور مسلمان حسبِ استطاعت اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی حالت اس وقت اس سے بدرجہا بہتر ہے جو تقسیم کے فوراً بعد تھی۔ خود میرے ذاتی احباب میں ایسے حضرات کافی تعداد میں موجود ہیں جو بیس، بائیس سال کی مدت میں معمولی حالت سے ترقی کر کے لکھ پتی اور نہایت خوش حال بن گئے ہیں۔ اور تحریر وتقریر اور اظہارِ خیال کی آزادی تو اس حد تک ہے کہ بعض ترقی یافتہ جمہوری اور اسلامی حکومتوں تک میں انہیں حاصل نہیں ہے۔ بعض اسلامی حکومتوں میں مسلم پرسنل لا کا کیا حشر ہوا؟ لیکن ہمارے ملک کی حکومت اب تک ہر طرف سے دباؤ کے باوجود اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرسکی ہے۔ ہندوستان سے مسلمان ہر سال پندرہ سولہ ہزار کی تعداد میں حج و زیارتِ حرمین کے لئے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کو حکومت کی طرف سے وہ تمام سہولتیں اور آسانیاں ــــ یہاں اور حجازِ مقدس میں بھی ــــ بہم پہونچائی جاتی ہیں جن کی توقع ایک مسلم حکومت سے ہی ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں خارجہ پالیسی میں حکومت ہند عربوں اور دوسرے مسلمان ملکوں کے ساتھ قریبی دوستانہ تعلقات رکھتی ہے اور اس بنا پر اسرائیل اور فلسطین کے معاملہ میں اس کی پالیسی وہی ہے جو کسی ایک مسلم ملک کی ہونی چاہیئے۔ اب اندرونی اور داخلی معاملات میں دیکھیے تو آپ کو مسلمان ہر جگہ نظر آئیں گے۔ وہ پارلیمنٹ میں بھی ہیں۔ اور راجیہ سبھا میں بھی، ریاستی اسمبلیوں میں، کونسلوں میں، پنچایتوں میں، سفارت میں، وزارت میں، دفتروں میں، اعلیٰ اور ادنیٰ عہدوں پر، عدالتوں میں، صنعت و حرفت میں، تجارت میں، زراعت و فلاحت میں۔ غرض کہ کوئی شعبہ قومی زندگی کا ایسا نہیں ہے جو مسلمانوں سے یکسر خالی ہو۔ کتنے اسلامی تعلیم اور اسلامیات پر تحقیق و ریسرچ کے ادارے اور درس گاہیں ہیں جو صرف حکومت کے خرچ سے چل رہے ہیں اور ان کے ذریعہ اسلامی علوم و فنون کی قابل قدر خدمت ہو رہی ہے۔ صدر کی طرف سے سالانہ اوارڈ سنسکرت کے ساتھ عربی اور فارسی کے فضلا کو بھی ملتا ہے اور دوسری زبانوں کے ساتھ اردو کی کتابیں بھی انعام پاتی ہیں۔

اور سنیئے! ابھی پچھلے دنوں عبدالغفار خاں آئے تھے۔ ان کی موجودہ حیثیت یہ ہے کہ پاکستان کے نیشنل ہیں اور پٹھان مسلمان ہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ صرف حکومت نہیں بلکہ پورے ملک نے ان کی کیا آؤ بھگت کی۔ ان کا ہر جگہ کس درجہ اعزاز و احترام کیا گیا۔ ہر ریاست نے ان کا نہایت شاندار طریقہ پر خیر مقدم اور استقبال کیا اور انھوں نے جگہ جگہ ملک کی لیڈر شپ اور حکومت پر نہایت سخت تنقید کی اس کو گوش ہوش اور توجہ سے سنا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موصوف کے ساتھ حکومت اور ملک کی اکثریت کا یہ معاملہ اور برتاؤ جمہوریت اور رواداری کی بڑی عمدہ علامت اور مثال ہے۔ جس کی توقع کسی دوسرے ملک سے مشکل ہی ہوسکتی ہے۔ پچھلے دنوں ایک مسلمان نائب وزیر اور ان کے ہندو سکریٹری کا معاملہ پارلیمنٹ اور راجیہ سبھا میں کئی روز زیر بحث رہا اور بحث میں بعض اوقات گرمی اور تلخی بھی پیدا ہوئی۔ لیکن بحیثیت مجموعی بحث اور گفتگو کا جو عام انداز رہا ہے اس کو بھی ہم جمہوریت کی ایک خوشگوار علامت قرار دے سکتے ہیں۔

یہ تصویر کا ایک رُخ ہے۔ اب دوسرا رُخ دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ حکومت کی کمزوری، سیاسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جماعتوں کی رقابت، عمّالِ حکومت کی فرض ناشناسی وغیرہ کے باعث جو شکایات یا تکالیف ہیں — اگرچہ بعض شکایات غلط فہمی پر مبنی ہو سکتی ہیں — عام اور مشترک ہیں ان شکایتوں اور تکلیفوں کی صورتیں حسبِ موقع و محل مختلف ہیں۔ اور اس اختلاف کے باعث کمی بیشی اور شدت و ضعف میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن جب سر چشمہ ہی غلیظ ہے تو نالی چھوٹی ہو یا بڑی ہر ایک میں پانی غلیظ ہی پہونچے گا۔ بنیادی طور پر سبب سب کا ایک ہی ہے۔ مسلمانوں کو اگر اردو کے معاملہ میں شکایت ہے تو اول تو اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے۔ اس لئے یہ شکایت کسی خاص ایک مذہبی فرقہ کی نہیں ہے بلکہ سب ہی اردو والوں کی ہے اور پھر زبان کے معاملہ میں دھاندلی پر جنوبی ہند کو جو غم و غصہ ہے اسے کون نہیں جانتا۔ پولیس کی بے عنوانیوں اور زیادتیوں کا شکار سب ہی ہیں۔ ملازمتوں میں امتیاز اور بے روزگاری سے نالاں اور پریشان اکثریت کے لوگ بھی ہیں۔ نصابِ تعلیم اور نظم و نسقِ تعلیم پر اضطراب اور بے چینی ہمہ گیر ہے۔ غرض کہ مسلمان اور دوسری قومیں اکثریت اور اقلیت۔ یہ سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اگر یہ کشتی پار ہوتی ہے تو بھلا سب کا ہوگا اور اگر یہ ڈوبتی ہے تو نقصان اور ہلاکت بھی سب ہی کے لئے مقدر ہے۔

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

بیان ملکیت و تفصیلات متعلقہ برہان دہلی

(فارم چہارم - قاعدہ - ۸)

۱۔ مقامِ اشاعت : اُردو بازار - جامع مسجد - دہلی

۲۔ وقفۂ اشاعت : ماہانہ

۳۔ طابع کا نام : حکیم مولوی محمد ظفر احمد خاں
قومیت : ہندوستانی
سکونت : اُردو بازار - جامع مسجد دہلی

۴۔ ناشر کا نام : حکیم مولوی محمد ظفر احمد خاں

۵۔ ایڈیٹر کا نام : مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم اے
قومیت : ہندوستانی
سکونت : علی منزل - ڈگی روڈ - علی گڑھ

۶۔ مالک : ندوۃ المصنفین - جامع مسجد - دہلی

میں محمد ظفر احمد ذریعہ ہذا اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و اطلاع کے مطابق صحیح ہیں۔

محمد ظفر احمد خاں   مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۰ء

© rasailojaraid.com